محترم جناب مفتی صاحب

السلام علیکم! کیا فرماتے ہیں۔ مفتیان کرام

دار الافتاء
فتوی نمبر ۲۰۹۸۶
۲/۴/۱۴۴۳ھ
۸/۱۱/۲۰۲۱ء

۸۱۰۱
۲۹/۳/۱۴۴۳ھ

تاریخ روانگی

سوال

مفتی صاحب۔ مرتہن کا شیء مرہونہ سے راہن کی اجازت سے نفع حاصل کرنا مفتی بہ قول کے مطابق جائز ہے یا نہیں؟
اس بارے میں فقہائے احناف کے ہاں تین اقوال ملتے ہیں
① اگر راہن کی اجازت سے ہو تو ایسی صورت میں جائز ہے۔
اسلئے کہ عقد رہن کی مشروعیت شیء مرہونہ کو قرض کی وصول یابی کو ممکن بنانے کیلئے حبس (قید) رکھنے کا نام ہے۔
یہ قول صاحب ہدایہ علامہ تمرتاشی اور علامہ ابن الہمام سے منقول ہے۔
② اگر رہن سے نفع حاصل کرنا پہلے سے مشروط ہو خواہ حقیقتاً مشروط ہو یعنی عقد رہن کے اندر مرہون سے نفع حاصل کرنے کی شرط لگایا جائے یا حکماً مشروط ہو یعنی عقد رہن میں تو شرط نہ لگائی جائے لیکن عرف میں متعارف ہو کہ رہن کا معاملہ کرنے سے لوگوں کا مقصود نفع اٹھانا ہو دونوں صورتوں میں رہن سے نفع حاصل کرنا ناجائز ہے۔ البتہ اگر عقد رہن میں گروی رکھی ہوئی چیز سے نفع حاصل کرنے کی شرط نہ لگائی تو ایسی صورت میں رہن سے نفع حاصل کرنا جائز ہے اسلئے کہ اس صورت میں رہن سے نفع حاصل کرنے کی اجازت الگ معاملہ ہے۔
اس کا عقد رہن سے کوئی تعلق نہیں ہے۔ یہی قول علامہ عبد الحی لکھنوی نے اپنے رسالے (الفلک المشحون بانتفاع المرتھن من المرھون) نقل کیا ہے۔ نیز اسی قول کیطرف علامہ شامیؒ نے بھی اشارہ کیا ہے۔
③ رہن سے نفع حاصل کرنا مطلقاً ناجائز ہے۔ خواہ راہن کی اجازت سے ہو یا اس کی اجازت کے بغیر۔ خواہ عقد رہن میں مشروط ہو یا غیر مشروط ہو۔
(جاری ہے)

مستفتی: حافظ دلاور (کوھاٹی)
0334-8251826
ای میل dilawerkhan.afridi@gmail.com
0334-8251826

Scanned with CamScanner

ہر حالت میں ناجائز ہے۔ اسلئے کہ یہ قرض پر نفع ہے اور قرض
پر نفع حاصل کرنا سود ہے۔ یہی قول صاحب بحر، علامہ
کاسانیؒ، علامہ حصکفیؒ، علامہ ابن نجیمؒ اور علامہ خالد
اتاسیؒ نے نقل کیا ہے۔

مفتی صاحب۔ جمہور فقہائے احناف کے نزدیک محقق اور مفتی بہ
قول کونسا ہے؟ تعین فرمائیں نوازش ہوگی۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الجواب حامداً و مصلیاً

مرتھن کا شئ مرھونہ سے نفع حاصل کرنا کسی صورت جائز نہیں ہے، خواہ وہ نفع اٹھانا شرط لگا کر ہو یعنی عقد رھن میں نفع لینے کی قید لگادی ہو، یا حکماً مشروط ہو جیسے عقد رھن میں تو کوئی شرط نہیں لگائی، لیکن عرف یہ بن جائے کہ جو چیز رھن کے طور پر رکھی جائے گی، اس سے نفع بھی حاصل کیا جائے گا اور روکنے کو برا سمجھا جائیگا، یہ صورت بھی جائز نہیں ہے، کیونکہ عموماً اجازتِ استعمال بھی دباؤ یا رواج یا مجبوری کی بناء پر دی جاتی ہے، اور نہ دینے پر عتاب یا دین کی جلد واپسی کے مطالبہ کا اندیشہ عام طور راھن کو ہوتا ہے، اس لئے یہ بھی حکماً مشروط کے ہی ہو گا، اس لئے علی الاطلاق اس کو شرعاً ممنوع ہی کیا جائے گا، لہذا یہی قول حضرات علماء کرام کے یہاں رائج ہے، اور اسی قول پر فتویٰ بھی دیا جاتا ہے۔

رد المحتار علی الدر المختار (۶/۴۸۲) طسعید:

(لا انتفاع به مطلقا) لا باستخدام، ولا سكنى ولا لبس ولا إجارة ولا إعارة، سواء كان من مرتهن أو راهن (إلا بإذن) كل للآخر، وقيل لا يحل للمرتهن لأنه ربا، وقيل إن شرطه كان ربا وإلا لا۔۔(شامی): (قوله إلا بإذن) فإذا انتفع المرتهن بإذن الراهن وهلك الرهن حالة استعماله يهلك أمانة بلا خلاف، أما قبل الاستعمال أو بعده يهلك بالدين، ولو كان أمة لا يحل وطؤها لأن الفرج أشد حرمة، لكن لا يحد بل يجب العقر عندنا معراج (قوله وقيل لا يحل للمرتهن) قال في المنح: وعن عبد الله بن محمد بن أسلم السمرقندي وكان من كبار علماء سمرقند أنه لا يحل له أن ينتفع بشيء منه بوجه من الوجوه وإن أذن له الراهن، لأنه أذن له في الربا لأنه يستوفي دينه كاملا فتبقى له المنفعة فضلا فيكون ربا، وهذا أمر عظيم.

قلت: وهذا مخالف لعامة المعتبرات من أنه يحل بالإذن إلا أن يحمل على الديانة، وما في المعتبرات على الحكم ثم رأيت في جواهر الفتاوى: إذا كان مشروطا صار قرضا فيه منفعة وهو ربا وإلا فلا بأس اهـ ما في المنح ملخصا وأقره ابنه الشيخ صالح.

وتعقبه الحموي بأن ما كان ربا لا يظهر فيه فرق بين الديانة والقضاء.

دار الافتاء

Scanned with CamScanner

على أنه لا حاجة إلى التوفيق بعد لأن الفتوى على ما تقدم: أي من أنه يباح.

أقول: ما في الجواهر يصلح للتوفيق وهو وجيه، وذكروا نظيره فيما لو أهدى المستقرض للمقرض، إن كانت بشرط كره وإلا فلا، وما نقله الشارح عن الجواهر أيضا من قوله لا يضمن يفيد أنه ليس بربا، لأن الربا مضمون فيحمل على غير المشروط وما في الأشباه من الكراهة على المشروط، ويؤيده قول الشارح الآتي آخر الرهن إن التعليل بأنه ربا يفيد أن الكراهة تحريمية فتأمل. وإذا كان مشروطا ضمن كما أفتى به في الخيرية فيمن رهن شجر زيتون على أن يأكل المرتهن ثمرته نظير صبره بالدين.

قال ط: قلت والغالب من أحوال الناس أنهم إنما يريدون عند الدفع الانتفاع، ولولاه لما أعطاه الدراهم وهذا بمنزلة الشرط، لأن المعروف كالمشروط وهو مما يعين المنع، والله تعالى أعلم اهـ.

الفقه الاسلامي وادلته (١٤٦/٥) ط رشيديه:

وإذا أذن الراهن للمرتهن في الانتفاع بالمرهون، جاز مطلقاً عند بعض الحنفية. ومنهم من منعه مطلقاً؛ لأنه ربا أو فيه شبهة الربا، والإذن أو الرضا لا يحل الربا ولا يبيح شبهته. ومنهم من فصل فقال: إن شرط الانتفاع على الراهن في العقد، فهو حرام؛ لأنه ربا، وإن لم يشرط في العقد، فجائز؛ لأنه تبرع من الراهن للمرتهن. والاشتراط كما يكون صريحاً، يكون متعارفاً، والمعروف كالمشروط.

وهذا التفصيل هو المتفق مع روح الشريعة، والغالب من أحوال الناس أنهم عند دفع القرض إنما يريدون الانتفاع، ولولاه لما أعطوا الدراهم، وهذا بمنزلة الشرط؛ لأن المعروف كالمشروط، وهو مما يُعيِّن المنع، كما قال ابن عابدين.

وأرى أن الاحتياط في الدين أمر واجب، وكل قرض جر نفعاً مشروطاً أو متعارفاً فهو عند الحنفية ربا، وقد صرح ابن نجيم في الأشباه أنه يكره (أي تحريماً) للمرتهن الانتفاع بالرهن.

دار الإفتاء

Scanned with CamScanner

مشروع القانون اسلامی للبیوع والدیون (۲۴۶/۱) ط معارف القرآن:

لا يجوز للمرتهن ان ينتفع بالمرهون باستعماله الشخصى، ولو باجازة سابقة أؤ لاحقة من الراهن۔ (انتفاع المرتهن بالارض المرهونة شاع فى ديارنا، بحيث لا يكاد يوجد رهن للارض الا بالانتفاع، فهو معروف بمنزلة الشرط، كما تقدم عن كلام الطحطاوى فى عبارة ابن عابدينؒ۔ وللعلامة عبد الحيى اللكنوىؒ رسالة مستقلة فى موضوع انتفاع المرتهن بالمرهون باسم (الفلک المشحون فى الانتفاع بالمرهون) استقصى فيها اقوال الفقهاء الحنفية، وتوصل فى الاخير الى ان الانتفاع عادة يكون مشروطا فى العقد حقيقة أؤ حكما، لفشو العرف بذلک، فلا يجوز۔

قال رحمة الله تعالیٰ (وقد اغتر كثير من علماء عصرنا ومن سبقنا بظاهر عبارات الفقهاء انه يجوز الانتفاع للمرتهن بالاذن، فاتوا به مطلقا من دون ان يفرقوا بين المشروط وغيره، ومن دون ان يتاملوا فى ان المعروف كالمشروط، فضلوا واضلوا، وقد التزمت انا من مدة مديدة انى كلما سئلت عن الانتفاع بالاذن، اجبت الكراهة لعلمى منهم ان الاذن عندهم يكون مشروطا حقيقة أؤ عرفا، والاذن المجرد عن شوب الاشتراط الحقيقى والعرفى نادر قطعاً)، وقد افتى شيخ مشايخنا الامام اشرف على التهانوى رحمة الله تعالیٰ بعدم جوازه، ---------- والله سبحانه وتعالیٰ اعلم

کتبہ العبد
معاویہ غازیانی
المتخصص فی الافتاء
بمعہد الخلیل الاسلامی
بہادرآباد کراچی
۱۴۴۳/۳/۲۸
۲۰۲۱/۱۱/۴

الجواب صحیح

الجواب صحیح

الجواب صحیح

ناظم دار الافتاء معہد الخلیل الاسلامی
۴۲۵/۳ بہادرآباد۔ کراچی

دار الافتاء
فتویٰ نمبر ۲۰۹۸۶
مورخہ ۱۴۴۳/۴/۲
۲۰۲۱/۱۱/۸
جامعہ معہد الخلیل الاسلامی

Scanned with CamScanner